امیر خسرو اور حسن سجزی کی عسکری خدمات دونوں کی زندگیوں کا موازنہ

چودہری عبدالغفور*
ڈاکٹر انجم طاہرہ**

Abstract

Amir Khusrau and Hasan Sijzi are the well known poetic personalities, scholars and men of mystic orientations in the History of Medieval India. . They both have compiled the excellant discourses of their mentor/ spiritual guide and influential Chishti Sufi Hazrat NizamudDinAuliya named: FawaidulFawadandAfzalulFawad.

Both friends were appointed to the military ranks and assigned the positions, thus they had a considerable experience and knowledge of military affairs of the estate. Their writings trace the military details and strategies.

During Ala Ud Din Khalji reign (1296- 1316) Hasan Sijzi rendered military service at Lucknauti and Devgir . His life was based in the military camp. On one occasion he has written about the delay of his salary in Fawaid ul Fawad.

As compare to Amir Khusrau , Hasan Sijzi spent more time as a soldier. This write up is related to a comparative study of military life Amir Khusrau and Amir Hasan Sijzi.

---

* استاد مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ؛ پرنسپل ٹیچرز ٹریننگ کالج، لاہور۔
** اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور (راقم الحروف نے چودہری عبدالغفور کے اس نایاب و نادر غیرمطبوعہ مقالہ کو اضافات، حواشی اور مآخذ کی مدد سے مکمل کیا ہے۔

اس زمانے کے مشہور شاعر امیر حسن نے امیر خسرو کے مقابل میں اپنی زندگی کا زیادہ عرصہ عسکری خدمت میں گزا را۔ امیر خسرو کی عسکری زندگی زیادہ تر ان کے درباری منصب سے وابستہ رہی ہے۔ دربار میں ایک مصحف دار (مصحف بردار) یا ندیم کی حیثیت سے اپنے سلطان کے ساتھ شاہی مہمو ں پر جانا پڑتا تھا۔

لیکن امیر حسن نے ان کے مقابلہ میں ایک عرصے تک خالص فوجی کی زندگی بسر کی ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق مقا بلتہً درباری زندگی سے کم رہا ہے۔ جہاں امیر خسرو کے دواوینِ میں بلبن سے لے کر شہزادہ الغ خان (محمد تغلق) تک تمام سلا طین کے مد حیہ قصائد ملتے ہیں۔ امیر حسن نے محض علا ء الدین، اس کے بیٹوں،اس کے بھائی الماس بیگ اور چند ایک امرا کی مدح سرائی کی۔ سلطان شہید اور علاء الدین خلجی کے علاوہ ان کا تعلق کسی اور عہد میں درباری شاعر کی حیثیت سے نہیں رہا۔[۱] البتہ ان کی عسکری مصرو فیتوں کی طرف جستہ جستہ اشارات ان کی تصنیف فوائد الفواد اور دیوان سے ملتے ہیں۔

فو جیوں کو اکثر کمی تنخواہ کی شکایت رہتی تھی۔ اس ضمن میں امیر خسرو نے بھی اعجاز خسروی میں ایک باب ''' تیر کمان'' کے عنوان سے باندھا ہے۔ جس میں انہوں نے ایک فوجی کی مالی مشکلات کا دلچسپ نقشہ کھینچا ہے کہ کیسے ایک تنکہ زر اور تنکہ نقرہ جو اسے غالباً ملتا ہے۔ اس کے کلبۂ احزان کی تاریکی میں ایسے آتا ہے جیسے کسی تاریک جھونپڑے میں آفتاب اور ماہتاب اتر رہے ہوں۔[۲]

اسی طرح امیر حسن کی بھی کبھی کبھی ایک تنخواہ رک جاتی تھی۔ وہ فوا ئد الفواد میں ۳۲ماہ ربیع الآخر[۷۱۹ھ] کی ایک مجلس کے تحت لکھتے ہیں کہ میں اس ہفتہ تنخواہ کے رک جانے کی وجہ سے پریشان اور دل تنگ تھا۔ اس پر نظام المشائخ نے ایک برہمن کی کہانی سنائی۔ جس کے پاس مال بسیار تھا۔ والی شہر نے اس کا محاصرہ کیا۔اور اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا۔ برہمن مفلسی اور پریشان حالی میں کہیں جا رہا تھاکہ راستے میں کسی دوست نے مزاج پُرسی کی، بولا! بہت خوش ہوں۔ وہ بتانے لگا تم سے سب کچھ لے لیا گیا ہے۔ تمہاری یہ خوشی کہا ں سے آئی۔ اس پر وہ اپنا (اپنے) زنّار کی طرف اشارہ کر کے

کہنے لگا : کیا فکر ہے؟ میرا زنّار ابھی تک سلامت ہے۔ ۳

بروز ہفتہ ۲۹ رجب ۷۱۴ھ ہجری کی صحبت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ آج دولت سے قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس ہفتہ میری تنخواہ جو بند ہو گئی تھی، مجھے مل گئی ہے۔۴ ان کے دیوان میں ایک غزل بھی موجود ہے۔ جس کی ردیف گرو ہے۔ اس میں کہتے ہیں :

''اکنون کہ وقت لشکر می آید چہ سان روم

اسپم گرو، سلاح گرو، چار پا گرو''

ترجمہ:''اب جو لشکر کے روانہ ہونے کا وقت آیا تو میں کیسے روانہ ہوں میرا گھوڑا بھی گرو ہے اسلحہ بھی اور باربرداری کا جانور بھی گرو ہے [دیباچہ' دیوان حسن سجزی دہلوی، مسعود علی محوی، ص۵۴]

معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن کا قیام بھی اکثر فوجی چھاؤنی میں ہوتا تھا۔فوائد الفواد میں ایک جگہ کہتے ہیں :

اب میں نے لشکر میں ہی رہنا شروع کر دیا ہے

دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی، ص۵۳ ۵

چہارشنبہ ششم ماہ جمادی الاول ۷۰۷ھ کے تحت لکھتے ہیں کہ میں لشکر خضر آباد سے آیا اور دولت پائے بوسی حاصل کی۔ ۶

علاء الدین نے جب ۷۰۳ھ میں چتوڑ کا قلعہ فتح کیا تھا تو اس کا نام اپنے بڑے بیٹے خضر خان کے نام پر خضر آباد رکھا تھا۔۷ معلوم ہوتا ہے کہ چتوڑ بس اسلامی لشکر کی ایک مستقل چھاؤنی تھی اور امیر حسن اس میں خدمت انجام دیتے رہے تھے۔

فوائد الفواد سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن نے دیوگیر کی مہم میں بھی حصہ لیا تھا۔اس مہم سے علاء الدین کی وہ برق رفتار لشکر کشی تو مراد نہیں ہوسکتی۔ جس میں اس نے ۶۹۳ھ میں پہلی مرتبہ دیوگیر کو فتح کیا تھا۔ اس سے غالباً ملک کافور کی اہم لشکر کشی کی جانب اشارہ ہے۔جو ۷۰۶ھ میں کی گئی تھی۔ اس ضمن میں امیر حسن نے اپنے پیر و مرشد کے سامنے ایک لونڈی کو فی سبیل اللہ آزاد کرنے کا دلچسپ قصہ سنایا۔

''بندہ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ دیوگیر میں تھے تو میرے آزاد خدمت گار ملیح نے ایک لونڈی پانچ تنکہ کی خریدی اور جب لشکر چلنے لگا۔تو اس چھوکری کے ماں باپ دس

تنکے لیکر آئے۔ اور نہایت عجزو انکسار سے التجا کی کہ دس تنکے لے کر ان کی بچی کو واپس کر دیا جائے۔ ان کے رونے پیٹنے کا مجھ پر بہت اثر ہوا، امیر نے ملیح سے کہا :کہ تو نے اسے پانچ تنکے میں خریدا ہے۔اسے دس تنکے میں میرے ہاتھ فروخت کردے۔ ملیح راضی ہو گیا۔اور میں نے اسے دس تنکے میں لے کر آزاد کردیا۔ خواجہ نے ارشاد فرمایا :

تم نے بہت اچھا کیا'' ۸

چوتھی جگہ ۷۱۶ھ کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ جو شخص لشکر میں جاتا ہے۔اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو خدمتگار کو وصیت کر جائے کہ اسے وہیں دفن کر دے۔نعش کو دور دراز مقامات سے شہر میں لانا نہایت بیہودہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر ارشاد ہوا ہے کہ یہی مناسب ہے۔ ۹، ۱۰

امیر خسرو اور امیر حسن میں عسکری اور روحانی دلچسپیاں وجۂ مشترک تھیں۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کے آپس میں مجلسی تعلقات ہوں گے۔ شعرا اور اولیائے کرام کے تذکرہ نویسوں نے اس ضمن میں کئی ایک روحانی داستانیں بیان کی ہیں لیکن ہم عصرانہ شواہد سے محض اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ان کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔

برنی کے قول کے مطابق اس عہد کے ان دو عظیم شعراکے مابین ملاقات کا سلسلہ خود ضیاء الدین برنی کی وجہ سے ہوا۔ [دیباچہ ص۲]بقول برنی امیر خسرو اور امیر حسن کے ساتھ سالہا سال آمدو رفت اور ریگا نگت رہی۔نہ تو وہ میرے ملنے کے بغیر رہ سکتے تھے اور نہ ہی میں ان کی مجالست کے بغیرزندگی گزار سکتا تھا۔میری محبت کی وجہ ان دونوں اساتذہ میں بھی قرب پیداہو گیا اور انہوں نے ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا شروع کیا۔ (دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی، مسعود علی محوی، ص ۲) ۱۱ اس محبت و مؤدت کا اظہار امیر خسر و کے اس شعر سے بھی ہوتا ہے:

خسروا شعرِ تو اسرارِ حدیث است مگر
کز سخن ھای تو ام بوی حسن می آید

ترجمہ:خسرو ،تیری شاعری اسرارِ حدیث ہے مگر تیرے کلام سے حسن کی مہک آتی ہے

امیر حسن نے بھی ایک رباعی میں امیر خسرو کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ رباعی ان کے مطبوعہ دیوان میں شامل ہے:

خسرو از راہ کرم بہ پذیرد آنچہ من بندۂ حسن می گویم
سخنم چون سخن خسرو نیست سخن آن ست کہ من می گویم

(دیوان ا میر حسن ص۴۱۲)

اس شعر کو ڈاکٹر وحید مرزا صاحب نے معاصر انہ چشمک قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں اس شعر میں خسرو یا سلطان عہد کو خطاب کیا گیا ہے۔ پہلے خسرو سے مراد سلطان اور دوسرے خسرو سے خو د ا میر خسرو ہیں
اس لحاظ سے اس شعر کے یہ معنی ہوئے :

ترجمہ: ''سلطان از راہ کرم ان اشعار کو جو بندۂ حسن کہتا ہے شرف مقبولیت کہتا ہوں
میرا کلام خسرو کی مانند نہیں اصل شاعری تو وہ ہے جو میں کہتا ہوں۔''

امیر حسن کے مطبوعہ دیوان کے دیباچہ میں اس رباعی کو دوسرے معنی پہنائے ہیں۔ ان کے خیال میں یہاں دونوں جگہ خسرو سے مراد امیر خسرو ہیں اور یہ رباعی اس کمال مؤدت اور اخلاص کا اظہار کرتی ہے۔ جو دونوں شاعروں میں تھی۔

امیر خسرو نے امیر حسن کی کتاب فوائد الفواد کے بارے میں کہا تھا کہ میں اپنی پوری تصانیف اس ایک کتاب پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ شاعری کی مبالغہ آرائی ہے لیکن اگر ہم روحانیت کے اس گہرے رچاؤ کو نگاہ میں رکھیں جو ایک مئے کیف آور کی طرح اس کتاب کے لفظ لفظ سے ٹپکی پڑتی ہے تو ان کا یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا خصوصاً امیر خسرو نے خود اس میدان میں خامہ فر سائی کی ہے اور افضل الفوائد کے نام سے حضرت نظام المشائخ کے ملفوظات مدّون کیے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کے مقابلہ سے فوائد الفواد کی خوبیاں اور بھی اجاگر ہو جاتی ہیں۔

حقیقت میں روحانیت کی یہ گہرائی اور گیرائی امیر حسن کے خمیر میں موجود تھی۔ بقول برنی، امیر حسن اوصاف و اخلاق مرضیہ سے متصف تھے۔ وہ صو فیہ کی زندگی اور لزوم قناعت

اور اعتقاد پاکیزہ اور خوش بودن اور خوش گزرانیدن کے احوال پر زندگی بسر کرتے تھے۔ میں نے کسی ایسے شخص کو کم دیکھا ہے جو بے اسباب دنیا ہو اور علائق دنیا سے اس کو اتنا تجرد اور تفرّد ہو۔ [دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی ص۲] ۱۲

امیر خسرو نے افضل الفواد میں بھی ایک جگہ امیر حسن کا نام لیا ہے۔ جس میں ان کو ''برادر'' کے لقب سے خطاب کیا ہے۔ امیر خسرو ان کو فارسی زبان کے عظیم اساتذہ میں شمار کرتے ہیں۔ دیباچہ دیوان غرّۃ الکمال میں جہاں عربی اور فارسی شاعری کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہاں اسے اپنے دعوے کی دلیل میں امیر حسن کے کلام کو بھی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

''واگرمعزّی بی مغز رابرای لفظ حسن و معانیِ احسن تحسین می فرماید معنی و لفظ سیّدحسن و نظامی وظہیر مطا لعہ باید کرد تا مطلع گرد وہم خود منصف باشد۔ (دیباچہ [دیوان] غرۃ الکمال ص ص۳۰۔۲۹) ۱۳

امیر خسرو کی طرح امیر حسن کو بھی اس عسکری زندگی میں لکھنوتی کی مہم پر جانے کا موقع ملا۔ اس سفر میں غیاث الدین بلبن اپنے چھوٹے بیٹے علاء الدین بغراخان کو بھی ہمراہ گیا تھا۔اس سفر میں سلطان کے ساتھ شمس الدین دبیر ور قاضی اثیر بھی تھے۔سلطان کے کاتب یا منشی کے شمس الدین دبیر کی دربار میں بحث کی ادبی حیثیت تھی۔ کاتب پیشہ لوگ اصحاب فضل و کمال میں سے ہوتے تھے اور ایسے لوگ دربار میں اہل علم طبقے کے لئے رسائی کا ذریعہ ہوتے تھے۔سلاطین دہلی کے جوش جہاد کا طوفان اس قدر بے پناہ تھا کہ وہ ایسے ارباب ا پنے ساتھ بہا کر لے گیا اور انہیں خلیج بنگال کی ساحلی دلدلوں میں پہنچا دیا۔ امیر حسن، شمس الدین دبیر کے عزیز ہوتے تھے۔ وہ فوائد الفواد میں شمس دبیر کے ذکر میں کہتے ہیں کہ :

''جس سال بلبن لکھنوتی گیا تو میں بھی لشکر میں تھا۔شمس دبیر میرے قرابت دار ہیں، وہ بھی اس لشکر میں تھے اور ان کا میرا خشکی اور تری کا ساتھ رہا۔کھانا پینا بھی ایک ساتھ تھا۔

(دیباچہ دیوان حسن سجزی، مرتبہ : مسعود علی محوی، ص ۵۴) ۱۴

اس مہم میں امیر خسرو بھی سلطانی لشکر کے ہمراہ موجود تھے۔شمس دبیر ان کے مربیوں میں سے تھے اور ان کا بھی اس مہم میں شمس دبیر کے ساتھ اس طرح کا میل جول رہا جیسے امیر حسن کا تھا۔اس لئے غالباً اس مہم کے دوران بھی ان کی امیر خسرو سے ملاقاتیں رہی ہوں گی۔ لیکن اس کا زیادہ موقعہ [موقع] اس وقت ہوا جب ان دونوں کو شہزادہ محمد کے ساتھ ملتان جانا پڑا۔ شہزادے کی طرف سے امیر خسرو کو مصحف بردار اور امیر حسن کو دوات بردار کے عہدے دئے گئے تھے۔[دیباچہ، ص۵۴]

سلطان بلبن کی یہ مہمات اتنی طویل ہو گئی تھیں کہ اسے تین سال کے عرصے کے لیے دارُالحکومت سے باہر رہنا پڑا اور اس کی واپسی پر جب اس کا بڑا لڑکا شہزادہ محمد سلطان سے ملنے آیا تو اس نے ان دونوں کو اپنی ندیمی کے لئے منتخب کیا اور اپنے ہمراہ ملتان لے گیا۔شہزادے کی ملازمت پر [ص۱۳] برنی نے ان دونوں کے قیام ملتان کے بارے میں لکھا ہے:

''امیر خسرو اور امیر حسن بھی سلطان شہید کی ملازمت میں تھے اور انہوں نے پانچ سال ملتان میں اس کی خدمت کی اور اس شہزادہ کے ندیموں کے زمرے میں تنخواہ اور انعام پاتے رہے۔چونکہ شہزادہ اہل دانش میں سے تھا۔اس لئے اپنے (اپنی) چند نشستوں میں ان دونوں شاعروں کے فضائل اور لطائف دانش و ہنر کو پہچان لیا اور ان کو اپنے تمام ندیموں میں سے انتخاب کر لیا اور وہ ان دونوں استادوں کی نظم و نثر کو پسند کرتا تھا اور اس نے ان دونوں کو اپنے مخلصین میں شامل کر لیا تھا۔وہ دوسرے ندیموں کی نسبت ان پر زیادہ مہربانی کرتا تھا اور ان کو زیادہ انعام اور بہتر خلعت سے نوازتا تھا۔

مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے خود بھی امیر خسرو اور امیر حسن دونوں سے شاہ زادہ شہید کی تعریف سنی ہے کہ بادشاہ زادہ اس قدر مؤدب، مہذب حکمرانی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ ۱۵ اور میں (ضیاء الدین برنی) نے بارہا امیر خسرو اور امیر حسن سے سنا ہے کہ وہ زمانے کے جورو جفا کی شکایت کرتے تھے اور کہتے تھے اگر ہمارا اور دوسرے فن کاروں کا نصیب اچھا ہوتا تو خان شہید زندہ رہتا اور تخت بلبن پر متمکن ہوتا تو وہ تمام ہنر مندوں کو

سونے میں گاڑ دیتا لیکن سر آمد گان ہنر کا نصیب اچھا نہیں تھا۔ [تاریخ فیروز شاہی، برنی، مرتبہ: شیخ عبدالرشید، ص۶۸۔ ۱۶

امیر خسرو امیر حسن کے مقابلے میں زیادہ کامیاب ندیم اور ہر دل عزیز درباری شاعر رہے ہیں۔ان کی نسبت امیر حسن درباری زندگی میں آنے [میں] کامیاب نہیں رہے مثلاًان کے کلام میں اگر کوئی قصائد ہیں تو محض علاء الدین خلجی کے دربار میں اس کے بیٹوں اور اس کے امرا کے بارے میں ہیں۔

ان (امیر حسن) کی رسائی ملک اعزّ الدّین کے توسل سے ہوئی تھی۔ملک اعزالدین 'علاء الدین کے ایک مشہور سالارلشکر ملک نصرت جا لیسری (جلیسری =Jalesari) کا بھائی تھا اور خود بھی ایک فوجی افسر تھا۔ علائی عہد کے دوسرے سال ۱۷ جب گجرات کی فتح ہوئی تو امیر حسن نے ملک اعزاالدین کی تعریف میں بھی ایک قصیدہ لکھا۔ گجرات کی فتح کا سہرا الغ خان برادر علاء الدین اور ملک نصرت کے سر تھا۔[تاریخ فیروزشاہی، برنی، مرتبہ: سید احمد خاں، ص ۲۵۲؛ ضمیمہ دیباچہ دیوان حسن سجزی، مسعود علی محوی، ص ص ۱۱۳۔ ۱۱۲]

واپسی پر نو مسلم منگولوں نے بغاوت کر دی اور انہوں نے ملک اعزالدّین پر حملہ کر کے قتل کر دیا ۱۸ اور اس کے بعد الماس بیگ الغ خاں پر بھی حملہ کرنا چاہا۔امیر حسن کو اعزا لدّین کی وساطت سے ہی دربار علائی کے شعراء میں داخل ہونے کا موقع ملا تھا۔ اعزالدّین نے جس خوش اسلوبی اور اخلاص سے امیر حسن کی رسائی دربار میں کرائی۔ اس کا اظہار انہوں نے ان اشعار میں کیا ہے:۱۹

پس اند رصدرِدولت راہ دادی   محلِ دست بوسِ شاہ دادی

زسلطان گنجم آوردی و تشریف   عطای خود در انجا کردی تضعیف ۲۰

ترجمہ:اے اعزالدّین تو نے اس کے بعد مجھے دربار تک رہنمائی کی اور سلطان کی دست بوسی کا موقع دیا۔تم میرے لیے سلطان انجم سے خلعت لائے اور اس کے ساتھ اپنی عطا کا بھی اضافہ کیا۔

تا ریخی شواہد کے مطابق امیر حسن کا تعلق محض علاء الدین کے دربار سے ہی رہا ہے اور انہوں نے اس کی اور اس کے لڑکوں خضر خاں اور دوسرے امراء کی تعریف میں مبسوط قسم کے نہیں بلکہ مختصر قسم کے قصائد بھی لکھے۔امیر خسرو تو ایک سکہ بندقسم کے درباری اور

قصیدہ گو تھے۔انہوں نے بھی علاء الدین کی مدح میں بڑے زوروں کے قصائد لکھے ہیں لیکن ان کو اس عہد میں نا قدر دانی کی کچھ شکایت ضرور رہی ہے۔اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ دربار میں ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اپنی جگہ بنالی تھی۔

جب محمد تغلق نے دہلو (دہلی) سے دولت آباد کو دارالخلافہ بنایا تو امیر حسن کو بھی دولت آباد جانا پڑا۔ اس کا مدفن بھی دولت آباد میں ہی ہے۔ وہاں وہ عوام الناس کی زبان میں حسن شیر کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں :

شیر دل خواندن حسن را لطف بود
نی سِگ خود خوان کہ جاہ دیگر است

ترجمہ : تم نے مجھے راہ تلطف سے شیر دل کہ کر پکارا
اگر تم مجھے سگِ خود کا لقب دیتے تو یہ اور شان تھی

ممکن ہے آپ کو شیر دل کا خطاب حضرت نظام الدین اولیاء نے عطا کیا ہو۔ ان کے دیوان میں بعض اور اشعار بھی ایسے ملتے ہیں۔ جن میں شیر کے خطاب کی طرف اشارہ ہے ممکن ہے حضرت نظام المشائخ نے اس خطاب میں ان کی عسکری زندگی کی طرف اشارہ کیا ہوا اور دولت آباد کے عوام بھی آپ کو اسی مناسبت سے حسن شیر کہتے ہوں۔ (دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی، مسعود علی محوی، ص ۱۵)

حواشی

۱۔ ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی لکھتے ہیں :
علاء الدین کے دربار میں حسن کی رسائی علاء الدین کے اوائل حکومت میں ہی ہو گئی تھی۔ ۔۔ درباری شعراء میں شمولیت کے باوجود حسن کا تعلق علاء الدین کے پورے عہد میں لشکر شاہی سے رہا۔ جس کا ثبوت فوائد الفواد کی مختلف مجالس سے ملتا ہے۔ *امیر حسن سجزی دہلوی، حیات اور ادبی خدمات*۔ اتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنؤ، ۱۹۷۹ء،ص ۸۴۔۸۳

۲۔ ''یک تنکہ زر و یک تنکہ نقرہ از کرم مخدومی رسید و کلبۂ تاریک بندہ بدان آفتاب و ماہتاب روشن گشت۔'' (رسالۂ رابعہ اعجاز خسروی، ص ۸۴)

۳۔ آدینہ بست و سوم ماہ ربیع الآخر سنۃ المذکور [۱۰۷دولت پای بوس بہ دست آمد۔ درین ہفتہ کاتب رابہ سبب توقفِ مواجب دل تنگی بود۔چون بہ خدمت پیوستہ شد، فرمود۔ ۔برہمنی در شہری، مال بسیار

داشت مگر والئی شہر اور مصادرہ کرد و جملہ مال و اسباب او بستد و اورا مستاصل گر دانید۔ بعدا ز ان آن برہمن مفلس و مضطرب شدہ روزی در راھی می رفت۔ دوستی اورا پیش آمدہ و پرسید کہ حال تو چیست؟ برہمن گفت : نیکو خوش ! آن دوست گفت کہ ہمہ چیز از تو بستد ند خوشی تو از کجا است ؟ گفت : زنّارِ من بامن است۔ (*فوائد الفواد*، مرتب امیر حسن علاء سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور،۱۹۹۶ء۔،۹۴۔۹۲)

۴۔ شنبہ بست و نہم ماہ مبارک رجب سنہ مذکور [۷۱۴ھ] شرف پای بوس حاصل شد۔ در آن ہفتہ مواجبِ بندۂ کمینہ کہ مدتی در توقف بود، نہ بندہ رسیدہ بود۔ و خواجہ راذکرہ اللہ بالخیر از ملازمت خدمت بندہ و یافتن مواجب معلوم شدہ الغرض چون بہ بندگی پیوستہ شد فرمود کہ ملازمت نمودن و ثبات کردن در کا ر ہا اثری تمام دارد۔
(*فوائد الفواد*، مرتب خواجہ حسن سجزی دہلوی، ص۲۱۵)

۵۔ بروز منگل ۲۱ ماہ ذوالحجہ مبارک سنہ مذکور [۷۱۳ھ] کو دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم لشکر گاہ سے آرہے ہو یا شہر سے؟ بندہ نے عرض کیا کہ لشکر گاہ سے آرہا ہوں۔ میں نے وہیں گھر بنا لیا ہے۔فرمایا : کیا تم شہر کی طرف جایا کرتے ہو ؟ بندے نے جواب دیا بہت کم جاتا ہوں۔ دس بارہ روز کے بعد جاتا ہوں۔ اکثر لشکر گاہ ہی رہتا ہوں اور نماز جمعہ بھی مسجد کیلو کہری میں ادا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا : آپ اچھی طرح جان لیں کہ لشکر گاہ کی آب و ہوا شہر سے زیادہ اچھی ہے۔ شہر میں بد بو بھی ہوتی ہے۔

[فارسی متن]

’’دو شنبہ بست و یکم ماہ مبارک ذی الحجہ سنہ مذکور [۷۱۳ھ] دولت پا بوس حاصل شد۔ فر مود :کہ از لشکر می آیی یا از شہر؟ بندہ عرضد اشت کرد کہ از لشکر می آیم و خانہ ہمانجا کردہ ام۔ فرمود کہ جانب شہر می روی؟ بندہ گفت کہ کمتر، بعد از دہ دوازدہ روز رفتہ می شود۔۔۔بیشتری درلشکر می باشم و نماز جمعہ ہم در مسجد کیلو کہری می گزارم۔ فرمود کہ واجب کند کہ ہوای لشکر بہتر از شہر باشد و در شہرعفونتی ہم باشد۔ (فوائد الفواد جامع خواجہ حسن سجزی دہلوی، مرتب: محمد لطیف ملک، ص ۱۹۵)

۶۔ چہار شنبہ ششم ماہ جمادی الاولی سنہ مذکور [۷۰۸ھ] از لشکر خضر آباد آمدہ شد، دولت پابیوس حاصل گشت۔

(فوائد الفواد، خواجہ حسن سجزی دہلوی ص ۲۴)

۷۔ فتح قلعہ چتوڑ، ۱۱ محرم ۷۰۳ھ [۲۵ اگست ۱۳۰۳ء] قلعہ چتوڑ کا نام خضر آباد رکھنا : امیر خسرو : *خزائن الفتوح* بہ تصحیح محمد وحید مرزا۔نیشنل بک فا ؤ نڈیشن، پاکستا ن، ۱۹۷۶ء، ص ص ۶۳۔ ۶۲)

C. Mabel duff: *The Chronology of Indian History,* Cosmo Publications, Delhi, India.1972, p .211

۸۔ آن گاہ بندہ را عر ضدا شتی بود۔ در مجلس مذکور [دو شنبہ یازدہم رمضان سنہ مذکور [۷۱۸ھ] آن

عرضہ افتاد، برین نوع کہ بندہ در دیو گیر بود۔ ملیح کہ عتیق خدمتگار من است، کنیزک بچہ خریدہ بود بہ پنج تنکہ، چون لشکر بہ جانب شہر بازگشتن گرفت۔ آن کنیزک بچہ را مادر و پدر پیدا شدند و بجزو زاری و شکستگی بسیار بر خدمتگار آمدند و دہ تنکہ آوردند کہ این بستان و دخترک بہ ما بدہ۔
بندہ را بر زاریٔ ایشان دل بسوخت۔ دہ تنکہ از خاصہ خویش ملیح را دادم و گفتم کہ این را تو بہ پنج تنکہ خریدہ بودی، بہ دہ تنکہ بہ دست من بفروش، او بہ فروخت۔ من خریدم بعد از ان من آن دخترکِ ایشان را بد یشان باز دادم، وآن تنکہ کہ ایشان آوردہ بودند، ہم بدیشان بازدادم۔۔۔ خواجہ گفت: نیکو کردی۔
(*فوائد الفواد*، مرتب خواجہ حسن سجزی دہلوی ص ص۴۰۔۳۳۹ ؛دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی، از مسعود علی محوی ص۱۷

۹۔ چہار شنبہ بست وششم ماہ شوال سنہ مذکور [۷۱۶ھ] سعادت پای بوس حاصل شد۔۔۔بندہ عرضد اشت۔ ۔کرد کہ مردم در لشکر می رود، در خاطر می گذرد کہ اگر این کس را واقعہ شود، خدمتگا ران را وصیت کند تا ہما نجا کہ واقعہ شدہ است۔
ہما نجا دفن کنند۔مُردہ را در شہر آوردن از راہِ دور و دراز نیک بی ذوق می نمائد۔فرمود کہ ہمچنان نیکو ست۔
(فوائد الفواد، خواجہ حسن سجزی دہلوی ص ص۲۸۱-۲۸۲؛دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی، مسعود علی محوی ۵۴)

۱۰۔ خواجہ حسن سجزی سپاہی پیشہ تھے۔ فوج کی روانگی کی شہرت تھی۔ ایک مجلس میں اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیا سے پوچھا کہ قرآن پاک لشکر کے ہمراہ لے جا نا چاہیے؟بروز بدھ ۲۶ ماہ شوال مذکور سال[۷۱۶ھ] کو قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ ان دونوں لشکر کے مہم پر روانہ ہونے کا چر چا تھا۔ بندے نے عرض کی کہ قرآن مجید کو لشکر میں کیسارہے گا۔ کیونکہ اس کی حفاظت مشکل ہوتی ہے۔فرمایا کہ لے جا نا چاہیے۔ تب زبان مبارک سے فرما یا کہ جس زمانے میں اسلام ابتدائی حال میں تھا۔ جب رسول اکرم علیہ السلام کسی غزوے یا لڑائی میں جاتے تو قرآن ساتھ نہ لے جاتے تھے۔ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں شکست نہ ہو جائے اور قرآن کافروں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ جب اسلام نے قوت پکڑ لی اور لشکر بہت ہو گیا تو لشکر کی روانگی کے وقت قرآن ساتھ لے جانے لگے۔ بندے نے عرض کیا کہ قرآن کو (بے ادبی کے ڈر سے) خیمے میں رکھنا مشکل ہو تا ہے فرما یا: کہ اسے سر کی طرف رکھنا چاہیے۔
فارسی متن:
چہار شنبہ بست وششم ماہ شوال سنہ مذکور [۷۱۶ھ] سعادت پا ی بوس حاصل شد۔ درین ایام آوازۂ لشکری بودہ است، بندہ عرضد اشت کرد کہ مصحف در لشکر چگونہ تو ان برد کہ محافظتِ آن دشوار است۔ فرمود کہ بباید برد۔آن گاہ بر لفظ مبارک راند کہ در آنچہ اسلام ہنوز اوّل عہد بود۔چون رسول علیہ السلام در لشکری رفت، مصحف در لشکر نمی بردند۔می تر سیدند کہ نباید کہ شکستی شود و مصحف

بدست کفّار رافتد، در آنچہ اسلام قوی شد و لشکر انبوہ گشت۔ بعد از ان چون بہ لشکر روان شدی مصحف می بردند۔ بندہ عرضد اشت کرد کہ جای مصحف در خیمہ دشوار می دارد۔ فرمود کہ جانب سر جای باید کرد۔

فواید الفواد، ص ص ۲۸۱۔۲۸۰

۱۱۔ ضیاء الدین برنی :

و سالھا مرا با امیر خسرو امیر حسن و امیر حسن مذکور تردّد و یگانگی بودہ است۔ و نہ ایشان بی صحبت من بہ توانستند ی بود نہ من توانستمی کہ مجالست ایشان را گذرانم۔ واز محبت من میان ایشان ہر دو ا وستاد قرابتی شد۔ و در خانہ ہای یکدیگر آمد و شد کردن گرفتند۔

(ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی مرتبہ : سید احمد خاں، کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ۳۶۰)

۱۲۔ امیر حسن ... باوصاف و اخلاق مرضیہ متصف بودہ است .. صوفیہ و لزوم قناعت و اعتقاد پاکیزہ و خوش بودن و خوش گذرانیدن بی اسباب دنیا و تجرّد و تفرّد از علائق دنیا ہمچون او کسی را کمتر دیدہ ام، (ضیاء الدین برنی : تاریخ فیروز شاہی مرتبہ سید احمد خاں، ص ۳۶۰)

۱۳۔ پروفیسر سیّد وزیر الحسن عابدی کی مصحح عبارت زیادہ واضح ہے :

'' ولیکن معزّی را برای لفظ حسن و معانی احسن تحسین می فرماید۔ معنی و لفظ سیّد حسن و نظامی وظہیر را مطا لعہ باید کرد، تا مطلع گرد وہم خود منصف باشد۔ (امیر خسرو، *دیباچہ دیوان غرۃ الکمال*، مرتبہ سید وزیر الحسن عابدی، نیشنل بک فاؤ نڈیشن اسلام آباد، ۱۹۷۵م ص ۲۶)

امیر خسرو امیر حسن کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے غرۃ الکمال کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی کو شعر کے لفظی اور معنوی حسن کو دیکھنا ہو تو اس کو چا ہیے کہ حسن، نظامی اور ظہیر کے کلام کا مطالعہ کرے۔

ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی، *امیر حسن سجزی دہلوی*، ص۱۰۲۔

۱۴۔ سہ شنبہ یاز دہم ماہ مبارک ذی الحجہ سنہ مذکور[۷۱۴ھ] چون دولت پای بوس میسر شد۔ .. در حسن طبع وخلق او [شمس دبیر] سخن افتاد۔بندہ عرضہ اشت کرد کہ بندہ را با او نسبت قرابتی ہست۔خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ وقتی مصاحب یکدیگر بودہ اید؟

بندہ گفت:

آری در آن سال کہ سلطان غیاث الدین بہ لکھنوتی رفت۔ در ان لشکر بندہ و او [شمس دبیر] ہم در اثنای راہِ چہ در کشتی و چہ در خشکی یکجا می شدیم۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ معونت متصوفہ ہم باہم بود ؟

بندہ گفت: آری

(فواید الفواد، مرتبہ محمد لطیف ملک، ص ص ۲۲۰۔۲۱۸)

۱۵۔ امیر خسرو امیر حسن بخدمت او چاکر بودند۔ پنج سال اورادر ملتان خدمت کردہ اند و میانِ ند مای

آن شاہزادہ مواجب و انعام یافتہ۔ و از دانشی کہ در آن شاہزادہ مواجب و انعام یافتہ۔ واز دانشی کہ در آن شاہزادہ بود، در چند مجلس فضائل و لطائف و دانش و ہنر این دو شاعر را ادراک کرد۔ و از جملہ ند ما ایشان را بر گزید، ونظم و نثر این ہر دو استاد خوش کرد۔و ہر دو را از مختصان خود گر دانید و از نسبت دیگر ندیمان در بابِ ایشان بیشتر لطف کردی و انعام بیشتر و جامہ بہتر ایشان را دادی۔ ومن کہ مؤلفِ تاریخ فیروز شاہی ام، ہم از امیر خسرو و ہم از امیر حسن در وصف خان شہید کرات شنیدہ ام کہ پادشاہزادگان آن چنان مؤدب مہذب، کہ خانِ شہید بود،کمتر دیدہ ام۔

(ضیاء الدین برنی، *تاریخ فیروز شاہی*، مرتبہ شیخ عبدالرشید، شعبہ تاریخ،مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۷ ء، ص ۷۹)

۱۶۔ و بار ہا از امیر خسرو و از امیر حسن شنیدہ ام، کہ بر طریقِ حسرت و نالشِ روزگار گفتندی کہ اگر مارا و ہنر مندانِ دیگر را بخت بودی، خان شہید زندہ ماندی و بر سر تختِ بلبنی متمکن گشتی، تا ہر ہمہ ماہران ہنر مندی را در زر غرق کردی ولیکن سر آمد گان ہنر را بخت کمتر بود۔

(ضیاء الدین برنی :*تاریخ فیروز شاہی*، مرتبہ شیخ عبدالرشید، ص ص ۸۱۔۸۰)

۱۷۔ در اوایل سال سوم جلوس علائی [۶۹۸ھ] الغ خان و نصرت خان ...جانب گجرات لشکر کشیدند۔

(ضیاء الدین برنی، *تاریخ فیروز شاہی*، مرتبہ سید احمد خاں، ص ۲۵۱)

۱۸۔ و در آن لشکر امرای نو مسلمان و سوار نو مسلمان بسیار بودند۔ ہر ہمہ یکدل شدند و دو سہ ہزار سوار جمع شدند و بلغاک کردند و ملک اعزالدین برادر نصرت خان را کہ امیر حاجب الغ خان بود، بکشتند۔۔۔

ضیاء الدین برنی، *تاریخ فیروز شاہی*، مرتبہ سید احمد خان کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ۲۵۲

۱۹۔ خواجہ حسن سجزی کی ملک اعزالدین کے توسل سے سلطان علاء الدین خلجی کے دربار میں رسائی ہوئی۔ اس کا اظہار حسن سجزی نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔

دیوان حسن سجزی دہلوی کے دیباچہ کے ضمیمہ میں مسعود علی محوی نے امیر حسن دہلوی کی سلطان علاء الدین کے دربار میں رسائی ملک اعزالدین کی وساطت سے لکھی ہے کیونکہ خود حسن کی ایک مثنوی اس بات کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہ مثنوی ملک اعزالدین کے تلطف کے ذکر میں لکھی ہے۔لیکن اس نام کی جس شخصیت کو محوی صاحب شاعر کے دربار میں رسائی کا ذریعہ ٹھہرایا۔ دراصل وہ شخصیت اس کی ذمہ دار معلوم نہیں ہوتی اور یہاں پر محوی صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔

علاء الدین خلجی کے عہد میں ملک اعزالدّین نام کے دو اہم شخصیات گذاری ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز تھیں۔ ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے '' امیر حسن سجزی، *حیات اور ادبی خدمات* '' میں ان کی تصریح کی ہے:

اوّل ملک اعزالدّین ملک نصرت خان کے بھائی جو کہ الماس بیگ الغ خاں کے امیر صاحب تھے۔ ان کو قلعہ جالور کے قریب ۶۹۷ھ میں باغیوں کی ایک جماعت نے قتل کر دیا تھا۔ مسعود علی محوی

نے اس ملک اعزالدین کو امیر حسن کے دربار علائی میں داخل ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔
ص ص ۸۰۔ ۷۹

دوسری شخصیت اول الذّکر سے بھی زیادہ اہم ہے۔ یہ ملک اعزالدین، عمدۃ الملک کے بیٹے اور ملک حمید الدین کے بھائی تھے۔ دونوں بھائی اپنی اصابت رائے، ہنر مندی، مردم شناسی، بزرگی اور بزرگ زادگی نیز گونا گوں فضائل میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ علاء الدین نے اس اعزالدین کو اپنا مصاحب خاص بنایا تھا۔۔۔سلطان علاء الدین نے اپنے بھائی الماس بیگ الغ خاں کے انتقال کے بعد اس کی جگہ عہدہ وزارت ملک اعزالدین کے سپرد کیا تھا۔امیر حسن، سلطان کے دربار میں اسی ملک اعزا الدین کی وساطت سے پہنچے تھے۔

(*امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات*، ص ص ۸۳۔ ۸۰)

۲۰۔ *ضمیمہ دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی*، مسعود علی محوی ص۱۱۴

منابع:

☆ *امیر حسن سجزی دہلوی، حیات اور ادبی خدمات*، اتر پردیش اردو اکا ڈمی لکھنو، ۱۹۷۹ء

☆ *امیر حسن علاء سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی*، فوائد الفواد، محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور،۱۹۹۶م

☆ *امیر حسن سجزی دہلوی، فوائد الفواد*، مرتب: محمد لطیف ملک،

☆ امیر حسن سجزی، *دیوان حسن سجزی*، مرتبہ: مسعود علی محوی

☆ امیر خسرو: *خزائن الفتوح* بہ تصحیح محمد وحید مرزا۔ نیشنل بک فا ؤ نڈیشن، پاکستا ن، ۱۹۷۶ء

☆ امیر خسرو، رسالہ *رابعہ* اعجاز خسروی، مطبع منشی نولکشور،۱۸۷۶ء

☆ امیر خسرو، *دیباچہ دیوان غرۃ الکمال*، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۵ء

☆ ضیاء الدین برنی، *تاریخ فیروز شاہی*، مرتبہ شیخ عبدالرشید، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء

☆ ضیاء الدین برنی، *تاریخ فیروز شاہی*، مرتبہ سید احمد خان، کلکتہ، ۱۸۶۲ء

☆ C. Mabel duff: *The Chronology of Indian History,* Cosmo Publications, Delhi, India.1972, p. 211.